بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# محدث دھلی

جلد ۵ | ماہ اگست ۱۹۳۷ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ | نمبر ۴

## مناسبات

مذہبی تعلیمات، دینی درسگاہوں، اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے خلاف، تہذیب مغرب کے دلدادگان، اور ملک کے "روشن خیال" طبقے کو ہم نے بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مدرسے تعلیمگاہیں نہیں، محتاج خانے ہیں، ان سے پڑھکر نکلنے والے ملک و قوم کے لئے مفید ہونے کے بجائے، ان کے کندھوں کا بار ہوتے ہیں۔ مساجد کی امامت، محلے کی روٹیوں اور بھیک کے ٹکڑوں کے سوا ان کے لئے کوئی ذریعہ معاش نہیں، یہ اپاہجوں، بیکاروں اور بیروزگاروں کی ایک جماعت ہے، جو ہر سال جھنڈ کی جھنڈ ان مدارس سے نکلکر اطراف ملک میں پھیل جاتی ہے اور پھر لوگوں کے صدقات و خیرات پر اپنی گذر اوقات کرتی ہے

---

یہ آواز صرف ہندوستان ہی میں محدود رہ کر "گھر کی بات گھر ہیں رہجاتی" تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن ہمارے ان "روشن دماغ" حضرات نے تو اب دوسروں کے کان بھی بھرنے شروع کردیئے۔ چنانچہ پچھلے دنوں جامعہ ازہر مصر کا جو وفد ہندوستان کی سیاحت کے لئے آیا تھا، ان کے سامنے ہمارے ان ناعاقبت اندیش "خیر خواہوں" نے جو باتیں پیش کی تھیں، ان کی گونج اب ازہری وفد کی طویل رپورٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔ اس رپورٹ میں جو مصر کے اخبار "البلاغ" میں ۱۲ قسطوں میں شائع کی گئی ہے، ہندوستان کے مسلمان کے متعلق ایک کلمہ بھی خیر کا نہیں کہا گیا بلکہ ہر فقرہ میں ان پر سخت اعتراضات اور نازیبا حملے کئے گئے ہیں۔ خصوصاً طلبا اور علما کے متعلق تو صاف لکھا ہے کہ

(۱) "ہندوستانی طلبار جامعہ ازہر میں محض اس غرض سے آتے ہیں کہ ان کو مفت کی روٹی ملیگی اور بلا معاوضہ رہنے کو مکان ملیگا۔ وہ کبھی تحصیل علم نہیں کرتے اور نہ وہ اس ارادہ سے آتے ہیں بلکہ ان کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ مزے اڑائیں اور جامعہ کی مہمان نوازی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں"

(۲) ہندوستان کے مولوی حریص اور طماع ہیں جو صرف روپیہ کی فکر میں رہتے ہیں وہ سچے مسلمان نہیں ہیں"

---

گو اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں ایک ہیجان بپا ہے، اور ان کی غیرت و خودداری کا خون غم و غصہ سے جوش مار رہا ہے، مصری اخبارات میں، ہندوستانی نامہ نگاروں کے ذریعہ ان ہرزہ سرائیوں کی پوری تردید کی جا رہی ہے۔ لیکن میں تو ان نووارد اور ناواقف اجنبیوں پر غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے بجائے، اپنے ان "واقف حال" دوستوں ہی سے کہونگا۔ کہ آخر دریائے نیل کی موجوں نے آپ تک کونسی ایسی نئی بات پہنچا دی، جسے سنکر آپ تلملا اٹھے؟ ان میں کونسا طعنہ ہے، جسے آپ نے خود بارہا نہ دہرایا ہو؟ اور پھر اُسے دوسروں تک نہ پہنچایا ہو؟ پس حق تو یہ ہے کہ ع

اے بادِ صبا! این ہمہ آوردۂ تست

---

مغربی تہذیب و تعلیم کے شیفتگان سے میں آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دوستو! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچکر واقعات و ظاہرات کو سامنے رکھکر، انصاف سے بتاؤ کہ اگر خدانخواستہ عربی تعلیم بنفسہٖ فقر و فاقہ کی موجب، افلاس و گداگری کا سبب ہے، تو پھر جدید تعلیم یافتہ، بڑی بڑی ڈگریاں لئے ہوئے ملک کی خاک کیوں چھانتے پھرتے ہیں؟ بے روزگاری اور تنگی سے تنگ آکر خودکشیاں کیوں کرتے ہیں؟ ایم۔ ای۔ ایس (راولپنڈی) میں کچھ کلرک عارضی طور پر بھرتی کئے گئے جن کی تنخواہ پینتیس ۳۵ روپے ماہانہ ہے۔ ان میں بی۔ اے تو بے شمار ہیں۔ اور ایک ایم، اے۔ ایل۔ ایل۔ بی بھی ہے۔ ریلوے ورکشاپ مغلپورہ میں پندرہ قلی بھرتی کئے جانے والے تھے۔ صرف ایک دن پیشتر اعلان کیا گیا، دوسرے دن صبح ۷ بجے سے پہلے ہی ہزاروں بے روزگار مزدور جمع ہوگئے اور آٹھ بجے تک امیدواروں کا ہجوم اسقدر زیادہ ہوا کہ سنبھالنا محال ہوگیا۔ ان مزدوروں میں کافی تعداد انٹرنس پاس کرنے والوں کی بھی تھی۔ علی گڑھ سے خبر موصول ہوئی ہے کہ ڈاک کے محکمے میں تیس تیس روپے ماہانہ کی تین اسامیوں کے لئے مقابلے کا امتحان ہوا۔ اس امتحان میں کم و بیش چار سو امیدوار شامل ہوئے۔ جن میں بے شمار انٹرنس پاس کرنے والوں کے علاوہ بہت سے ایف، اے اور بی، اے بھی تھے"

ان حقائق کو سامنے رکھکر مجھے بتایا جائے کہ آخر جب انگریزی تعلیم ہی عزت و دولت کی حامل ہے، اور یہ ڈگریاں ثروت و مالداری کی ضامن ہیں، مسلمان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے گداگر نہیں، بلکہ جوہری پیدا ہوتے ہیں، تو پھر انٹرنس پاس کرنے کے بعد بھی قلی گیری کے لئے ٹکریں مارنی، اور ہزاروں پر پانی پھیر کر، ایل، ایل، بی کا پروانہ لیکر بھی تیس یا پینتیس روپے

ماہانہ کی کلرکی کے لئے جان کھپانی، کہاں کی عزت، اور کہاں کی دولت ہے؟ کیا بڑی بڑی کمپنیوں اور فرموں میں لاکھوں کا غبن کرنے والوں، ڈکیتی اور چوری کی وارداتوں میں شریک ہونے والوں، نئی نئی انجمنیں قائم کرکے قوم کی گاڑھی کمائی کا روپیہ برباد کرنے والوں میں ان مغرب زدہ نوجوانوں اور انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالے گریجوئیٹوں کی ایک بڑی تعداد نہیں ہے

پس جس طرح اس ہولناک بے روزگاری، اوران شرمناک جرائم کی ذمہ داری محض انگریزی تعلیم پر نہیں عائد کی جاسکتی، ٹھیک اسی طرح ان تمام الزامات کا مورد ومنشا عربی و دینی تعلیم کو نہیں قرار دیا جاسکتا، جو اس کے حاصل کرنے والوں پر لگائے جاتے ہیں۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ آج علماء میں بیشتر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جو مفلس وبے نوا ہیں امیروں کے دست نگر ہو کر احساس خودداری فنا کر چکے ہیں۔ ان کی زبانیں حق گوئی سے گنگ ہیں۔ لیکن یہ ان کی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ حقیقت حال کچھ اور ہے جو میں آئندہ بتاؤں گا۔ کیا اسی تعلیم کے دلدادوں اور ہونہار فرزندوں میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابن جبیر، حسن بصری، امام اوزاعی، ابن سلیمان، ابن ادریس وغیرہم رحمہم اللہ نہ تھے؟ جن کی حق پسندی اور راستگوئی نے بڑے سے بڑے ظالم اور سخت سے سخت جابر بادشاہوں کے ایوانوں میں بھی تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ یہ ہمیشہ ہی مفلس اور حریص نہ تھے بلکہ انہیں علماء میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ محدث بھی تھے، جن پر اشرفیاں نثار ہوتی ہیں، لیکن وہ انھیں ٹھکرا کر منہ پھیر لیتے ہیں انھیں میں امام فخرالدین رازی جیسے دولتمند بھی تھے، جن کے در دولت پر سلطان شہاب الدین فاتح ہندوستان جیسا بادشاہ قرض کے لئے حاضر ہوا تھا۔ انھیں میں امام لیث بصری بھی تھے جن کی سالانہ آمدنی اسّی ہزار اشرفیاں تھیں اور سال گذرنے سے کل آمدنی نیک کاموں میں صرف کردیتے تھے۔ انھیں میں امام دعلج بغدادی بھی تھے جن کی سرکار سے مکہ مکرمہ، عراق اور حجاز کے علمائے حدیث کے وظائف مقرر تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو معزالدولہ نے تین لاکھ اشرفیاں ان کے ترکہ میں پائیں۔ انھیں میں حافظ ابن العربی بھی تھے جنھوں نے اشبیلیہ کی شہرپناہ اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائی تھی۔ یہ ہمیشہ مفت کی روٹیوں سے علم حاصل نہ کرتے تھے، بلکہ انھیں میں علی ابن عاصم "مسند عراق" بھی تھے، جنھوں نے ایک لاکھ درہم اسی علم کی تحصیل میں صرف کئے۔ اسی طرح ہشام بن عبیداللہ نے سات لاکھ درہم، ابن متوکل بخاری نے اسّی ہزار درہم۔ سنجر نے نو ہزار اشرفیاں، ابن رستم نے تین لاکھ درہم طلب علم میں صرف کئے۔ لیکن آہ! آج نہ وہ علماء ہیں، اور نہ ان کی قدر کرنے والے شاہان وسلاطین ؎

خزاں رسید و گلستاں بآں جمال نماند  سماعِ بلبلِ شوریدہ رفت و حال نماند
نشانِ لالۂ ایں باغ از کہ می پرسی؟  بروکہ انچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اب میں آپ کو اس اصل حقیقت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، جو ہمارے موجودہ افلاس وتنگدستی، ذلت ورسوائی بے روزگاری اور بے کاری کا اصلی سبب اور حقیقی منشا ہے۔ یاد رکھیں کہ ہماری تعلیم، خواہ وہ انگریزی ہو یا عربی، دینی ہو یا دنیاوی اس کا اصلی سبب نہیں۔ ہم اپنی کم نگاہی اور ناواقفیت کی بنا پر، ایک دوسرے کے خلاف الزامات عائد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے حقیقی ذمہ دار وہ ارباب سیاست اور اعضار حکومت ہیں، جن کے ہاتھوں میں موجودہ نظام سلطنت کی باگ ڈور ہے۔ ان کا فرض تھا کہ ملک کا نظام اس طرح قائم کرتے، جس سے اطراف ملک میں اسباب معیشت کی فراوانی ہوتی، تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے حسب لیاقت ایسے کام مہیا کئے جاتے، جس سے وہ آسانی کے ساتھ اپنی روزی حاصل کرکے فارغ البال ہوکر ملک وقوم کی بہترین خدمات انجام دیتے۔ یہ کسقدر افسوسناک حقیقت ہے کہ ابھی ہندوستان میں تعلیم یافتگی کا اوسط صرف آٹھ فیصدی ہے، (جو دوسرے مہذب ممالک کے تناسب سے کچھ بھی نہیں) جس پر خاندان کا خاندان فاقے پر فاقے کر رہا ہے، ایک معمولی سی اسامی کے لئے ہجوم کا ہجوم ہلہ بول دیتا ہے۔ بدقسمت ہندوستان میں تعلیم کی یہ درگت دیکھکر عوام میں یہ خیال پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اب بچوں کو پڑھانے کے بجائے کوئی کام سکھانا بہتر ہے۔ اگر تعلیم یافتوں کی بیکاری اور پریشانی کا یہی عالم رہا، تو پھر وہ دن دور نہیں کہ تعلیم کا اوسط آٹھ فیصدی کے بجائے مشکل سے دو فیصدی ہی رہ جائے گا اور پھر ملک کا ملک، قوم کی قوم جہالت ووحشت کا ریوڑ بن کر، ظالم گلہ بانوں کے رحم وکرم پر زندگی گذارنے پر مجبور ہوگی۔

پس دوستو! اگر اس ذلیل زندگی کے دور کو جلد ختم کرنا چاہتے ہو، تو عربی اور انگریزی تعلیم کی اچھائی اور برائی کے جھگڑوں کو چھوڑ کر سب سے پہلے تعلیم کے حقیقی قدردان پیدا کرنے کے لئے ایک انقلاب انگیز جدوجہد میں مصروف ہو جاؤ۔ اور نظام حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دو، جو تمہارے ساتھ حقیقی ہمدردی اور سچی محبت رکھتے ہوں۔ جو تمہیں اور تمہارے معصوم بچوں کو چلچلاتی ہوئی دھوپ، اور کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں تڑپتے اور کپکپاتے ہوئے چھوڑ کر شملہ کی خنکیوں کشمیر کے سبزہ زاروں یا نرم گدوں اور گرم شالوں میں بیٹھکر، خود غرضانہ یا خوشامدانہ قوانین نافذ کرنے کے بجائے خود تمہاری جھونپڑیوں تک نیں، تمہیں سسکتا اور بلکتا ہوا دیکھکر کانپ جائیں اور پھر تمہارے مفاد کے لئے وہ صورتیں پیدا کریں کہ جن سے تمہاری ذلت وادبار کے یہ سیاہ بادل چھٹ جائیں اور تم آسمان کمال کے روشن ستارے بن کر دنیا میں چمکو ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ✦ اگر خارے بود گلدستہ گردد

---

**ششماہی امتحان** ۔ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا ششماہی امتحان مورخہ ۳، ۴ ر جولائی ۳۷ء مطابق ۲۲، ۲۳ ر ربیع الثانی یوم شنبہ، یکشنبہ کو بالکل اچانک لیا گیا۔ گذشتہ اسباق پر نظر ثانی کا طلبہ کو موقع نہیں دیا گیا، اور نہ کچھ دنوں پہلے ان کو مطلع کیا گیا، تاکہ ان کی لیاقت ومحنت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ جس فوری طور پر ان کو، ان کی عادت کے خلاف سرسری امتحان کے لئے بلایا گیا، خطرہ تھا کہ شاید کم کامیاب ہوں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ نتیجہ بہت اچھا رہا۔ اوپر کی جماعتوں